برما کا ستار

مچیوتا کے یاما

ترجمہ:
صابر صدیقی

مشعل
پاکستان

MashalBooks.org

برما کا ستار

مچیوتا کے یاما

ترجمہ: صابر صدیقی

مشعل
آر-بی5' سیکنڈ فلور' عوامی کمپلیکس
عثمان بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور54600' پاکستان

MashalBooks.org

Michio Takeyama: Harp Of Burma
Copyright English (C) 1996: Charles.E.Tuttle Company.Tokyo
Copyright (Urdu) (c) 1994:Mashal Pakistan R-B-5 2nd Floor.
Awami Flat, New Garden Town. Lahore.
Urdu Translation: Sabir Siddiqui
Published by: Mashal Books

مچیوتاکے یاما :برما کا ستار
کاپی رائٹ (انگلش)(C)1996:
چارلس ای ٹل کمپنی،ٹوکیو
کاپی رائٹ (اُردو)(C)1994:
مشعل پاکستان آر۔بی۔5 سیکنڈ فلور
عوامی فلیٹ، نیوگارڈن ٹاؤن لاہور
اُردو ترجمہ: صابر صدیقی
ناشر: مشعل بکس

MashalBooks.org

پیش لفظ

برما کا ستار دوسری جنگ عظیم کی کہانی ہے جس کا پیغام وقت کی قید سے آزاد ہے۔ پہلی بار یہ کہانی 1946ء میں شائع ہوئی تھی۔ مچیوتا کے یاما (Michio Take Yama) کی یہ کہانی جاپانی فوجیوں کی اس کمپنی کی داستان ہے جس نے برما کی جنگ میں کڑی آزمائشوں کا ہنستے گاتے سامنا کیا اور بہت زیادہ شہرت پائی۔ اس کی فلم بھی بنائی گئی ہے۔ حال ہی اسے اسٹیج پر دوبارہ پیش کیا گیا۔ اس کتاب میں مچیوتا کے یاما نے مینی چی پریس کا انعام بھی حاصل کیا۔

یہ کہانی نوجوان نسل کیلئے لکھی گئی تھی اور شروع میں آکا تو مبونامی رسالے میں شائع ہوئی جواب ناپید ہے لیکن ان دنوں وہ جاپانی نوجوانوں میں بے حد مقبول اور اہم رسالہ تھا۔ کہانی چھپنے کے بعد مچیوتا کے یاما نے اسے کتابی شکل دی۔

ابھی حال ہی میں اسے ہائی اسکول کے نوعمر طالب علموں کے لیے دُنیا بھر کے اعلیٰ ادب کی سیریز میں شامل کر لیا گیا ہے۔

برما کا ستار ان لوگوں کی غیر معمولی کہانی ہے جو فوج میں بھرتی تو ہو گئے تھے لیکن جنگ کے اسرار سے وہ بالکل ناواقف تھے۔ اس جنگ میں انہیں جن تجربات سے گذرنا پڑا وہ ان کے لیے بالکل نئے اور چکرا دینے والے تھے یہ کہانی ایڈونچر، مذاق دل لگی خوش طبعی اور دل دکھانے والے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ ان تمام باتوں نے مل کر اسے برما کی جنگ سے متعلق ایسی کہانی کی شکل دے دی ہے جس کو اگر آپ ایک بار پڑھنا شروع کر دیں تو ختم کئے بغیر نہیں چھوڑ سکتے۔ لیکن جیسا کہ خود مصنف نے کہا ہے پڑھنے والے اسے محض ایک جنگی ایڈونچر کی کہانی سمجھیں گے "مجھے خوشی ہوگی۔" وہ کہتا ہے "اگر یہ کہانی آپ کو کچھ اور نہیں تو کم از کم سوچنے پر تو مجبور کر دے۔"

یونیسکو نے جدید عالمی ادب کے جو تراجم شائع کئے ہیں۔ "برما کا ستار" ان میں بھی شامل ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ ہاورڈ ہیب بیٹ نے کیا ہے۔

MashaBooks.org

تعارف

باہر کے ملکوں سے ہمارے جاپانی فوجی جب اپنے وطن واپس لوٹے تو ان کی حالت بڑی قابل رحم تھی۔ وہ دبلے پتلے کمزور اور تھکے تھکے سے دکھائی دیتے تھے۔ ان میں کچھ معذور تھے جنہیں اسٹریچر پر لایا گیا تھا۔

مگر واپس آنے والے ان بے حال فوجیوں میں ایک کمپنی بڑی مستعد اور خوش نظر آتی تھی۔ یہ لوگ مستقل گاتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ مشکل گانے بھی گا رہے تھے اور بہت اچھا گا رہے تھے۔

جب وہ یوکوسوکا کی سرزمین پر اترے تو وہ لوگ جو انہیں خوش آمدید کہنے آئے تھے بڑے حیران ہوئے۔ ہر شخص کی زبان پر بس ایک ہی سوال تھا کہ کیا انہیں مقررہ مقدار سے زیادہ خوراک ملتی تھی جو یہ اتنے خوش دکھائی دے رہے ہیں؟

ان لوگوں کو مقررہ مقدار سے زیادہ خوراک تو نہیں ملتی تھی۔ لیکن یہ لوگ برما کی مہم کے دوران مل کر گانے کی مشق کرتے رہتے تھے۔ ان کا کپتان ایک نوجوان موسیقار تھا جو نیا نیا موسیقی کے اسکول سے تربیت لے کر نکلا تھا، جنگ کے سارے عرصے میں وہ انتہائی جوش و ولولے سے اپنے فوجیوں کو گانے کی تعلیم دیتا رہا۔ یہ گانا بجانا ہی تھا جس نے اکتا دینے والے حالت اور شدید مشکلات میں بھی ان سب کے حوصلوں کو بلند رکھا اور طویل جنگ کے دوران ان کو ایک دوسرے سے دوستی اور ڈسپلن کی ڈوریوں میں باندھے رکھا۔ اگر انہیں موسیقی سہارا نہیں دیتی تو وہ اتنے بلند حوصلوں کے ساتھ کبھی اپنے وطن واپس نہیں آسکتے تھے۔

ان ہی فوجیوں میں ایک فوجی نے اپنی کہانی اس طرح شروع کی۔

MashalBooks.org

پہلا باب

بے شک ہم نے گانے گائے۔ چاہے ہم خوش تھے یا پریشان حال، ہم گیت گاتے رہے۔ ہوسکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ ہم ہمیشہ لڑائی کے اندیشوں اور موت کے خوف میں مبتلا رہتے تھے اور چونکہ ہم ابھی زندہ تھے اس لئے چاہتے تھے کہ گاتے رہنے کا کام اچھی طرح کرلیں۔ ہمارے گیت ہمارے دل کی گہرائیوں سے نکلے تھے۔ ہم نے معمولی، بیہودہ اور مقبول عام گانوں کی نسبت گہرائی میں ڈوبے کلاسیکی گانے زیادہ پسند کئے۔ ہم لوگوں میں زیادہ تر کسان یا مزدور تھے۔ لیکن اس کے باوجود ہم نے اچھی موسیقی کے ساتھ مل کر گانا سیکھ لیا تھا۔

خوشی کے وہ لمحات مجھے ابھی تک یاد ہیں جو ہم نے ایک جھیل کے کنارے گاتے ہوئے گذارے تھے۔ ایک بار مارچ کے دوران نیچے وادی میں ایک گھنے جنگل سے گذرتے ہوئے اچانک ہمارے سامنے ایک جھیل آ گئی جس کے کنارے سفید عمارتیں نقطوں کی مانند دکھائی دے رہی تھیں۔ یہ ایک گاؤں تھا جہاں کبھی برما کے ایک قدیم بادشاہ کا گرمائی محل ہوتا تھا۔ ایک چھوٹی سی خلیج کے کنارے سفید دیواروں والے مکانات کے جھنڈ پانی میں آدھے ڈوبے اپنے سایوں سے گلے مل رہے تھے۔ گنبدوں کے کلس اور گھنٹیاں بجانے والی برجیاں چندھیا دینے والے آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔

کیا آپ نے کبھی دودھیا پتھر دیکھا ہے؟ برما کا آسمان بھی بالکل اسی طرح کا سفید دمکتا، ہلکے رنگ وروپ والا، دھنک کی طرح رنگ بدلتا اور چمکیلے داغ دھبوں والا آسمان ہوتا

ہے۔ایسے آسمان کی طرف سر اٹھالے سنگ مرمر کی چکردار مخروطی برجیاں دیکھ کر آپ محسوس کریں گے جیسے کوئی خواب دیکھ رہے ہیں۔

تین دن تک ہمارا قیام اسی گاؤں میں رہا۔ روزانہ ہم نے مل کر گیت گانے کی مشقیں کیں۔ مذہبی گیتوں کے ساتھ اداس یادوں سے بھرے ہوئے نغمے گائے اور خوشگوار دھنیں بجائیں جو اس زمانے میں سب کی زبان پر تھیں۔ یہاں تک کہ مشکل جرمن اور اطالوی گیت بھی گائے۔اس کے علاوہ دلکش جھیل کے کنارے جب ہمارا کپتان خوشی میں اپنا فوجی ڈنڈا ہوا میں لہراتا تو ہم سب مل کر اور اپنے وجود کی گہرائیوں میں ڈوب کر گیت گانے لگتے۔

ایک دن ہم نے کمپنی کے گیت ''ہان یونو یادو'' کی کئی بار مشق کی۔''ہان یونو یادو'' وطن کی یاد میں ڈوبا ہوا ایسا گیت ہے۔جس میں تمام خواہشیں چھپی ہوتی ہیں جو دل میں ہلچل مچائے بغیر نہیں رہتیں۔ہم یہ گیت گاتے ہوئے اپنے خاندانوں کے بارے میں سوچتے اور تمنا کرتے کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ بھی یہ سارا منظر دیکھتے اور ہمارے گیتوں سے محظوظ ہوتے!

بہت خوب جوانو! آج کے دن بس اتنا ہی کافی ہے۔کل اسی وقت ہم نئی چیز کی مشق کریں گے۔لہٰذا اب کمپنی برخواست کی جاتی ہے!

کپتان نے کہا۔ پھر اس نے ایک شخص کو آواز دی۔''میزوشیما،سنگت کیلئے تمہارے ساز تو تیار ہیں نا؟''

میزوشمیا ایک روپورل تھا، دبلا پتلا درمیانے سے قد کا ....اس کی زیادہ تر جلد سورج کی گرمی سے جھلس کر سیاہ ہوگئی تھی۔اس کی صاف اور چمک دار بڑی بڑی آنکھیں تھیں۔ میزوشیما نے کمپنی میں شامل ہونے سے پہلے موسیقی کی کوئی تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔لیکن وہ پیدائشی باصلاحیت شخص تھا۔اس لئے اس نے انتہائی تیزی سے ترقی کی تھی۔موسیقی سے اسے جذباتی لگاؤ تھا۔اس کے علاوہ وہ کچھ نہیں سوچتا تھا۔اس نے مل کر گانے میں سنگت دینے کیلئے اپنا ستار خود بنایا تھا۔اور اس پر اسے اتنی مہارت تھی کہ خواہ کوئی بھی ہو وہ جلد ہی اسے اپنے ستار پر بجا سکتا تھا۔

یہ بات ذرا عجیب سی لگتی ہے کہ برما جیسے دور افتادہ مقام پر فوجیوں کے پاس موسیقی کے سارے آلات ہوں گے لیکن حقیقت یہ کہ ان کی تمام اقسام ہمارے پاس تھیں۔اگر ہمارے فوجیوں کے مختلف آلات موسیقی جمع کئے جاتے تو سچ مچ ایک دلچسپ ذخیرہ ہو جاتا۔

جہاں کہیں بھی ہمارے فوجی گئے اور وہاں انہیں تھوڑا سا بھی فالتو وقت میسر ہو تو اُنہوں نے کوئی نہ کوئی ساز بنالیا۔ ہمارے پاس کاریگروں کی کمی تو نہ تھی، وہ حیرت انگیز طور پر انتہائی خراب اور ناکارہ سامان سے بھی کوئی نئی چیز بنالیتے۔ بانسری سادہ سے نرسل (سرکنڈے) یا بانس میں چند سوراخ کر کے بنالی گئی تھی۔ بگل ٹوٹی پھوٹی مشینوں کے مختلف حصوں سے بنایا گیا تھا۔ میں نے ایسے طنبورے دیکھے ہیں جو بلی اور کتے کی کھال لکڑی کے فریموں پر منڈھ کر بنائے گئے تھے۔ یہاں تک کہ ڈھول پٹرول ڈرم کے ایک طرف کسی جانور کی کھال منڈھ کر بنایا گیا تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ چیتے کی کھال تھی۔ ڈھول واقعی کمپنی کے لیے فخر کا باعث تھا کیونکہ اس کی آواز انتہائی گرجدار تھی۔ کچھ یونٹوں کے پاس وائلن اور گٹار تک تھے جو برما کے ستاروں کی ہو بہو نقل تھے۔ اس کی باڈی موٹے موٹے بانسوں یا نرسل سے بنائی جاتی اور اس میں تانبے، سٹیل اور المونیم یا ڈیورالیومن کے تار لگا دیئے جاتے۔ چمڑے کے تسمے نچلے پردوں کیلئے استعمال کئے جاتے۔ سخت محنت اور بڑی کوششوں کے بعد ہم اس عجیب وغریب ستار پر سرگم پیش کرنے کے قابل ہو سکے تھے۔

کارپورل میزوشیما اس ستار کا موجد ہی نہیں استاد بھی تھا۔ اس نے ستار کے حصے خود ترتیب دیئے تھے، جب وہ ستار بجاتا تو اس کی آوازیں پیانو اور جاپانی گٹار سے ملتی جلتی نکلتیں اور پھر فضا میں بکھر جاتیں۔ پہلی نظر میں میزوشیما مسخرا نظر آتا تھا۔ فوجی ٹوپی پہنے، سورج کی گرمی سے جھلسا ہوا یہ فوجی اس نازک سے آلے کو اپنے بازوؤں میں لئے جب اس کے تار چھیڑتا تو وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی۔

جب میزوشیما سے ہانیو تو یادو کی سنگت کے بارے میں پوچھا گیا تھا تو اس نے فوراً اپنے ستار پر ایک دھن چھیڑ دی تھی۔ جو کچھ اس نے بجایا بہت دلچسپ اور لاجواب تھا، یوں محسوس ہوتا تھا باجے پر کوئی سنگت نہیں بلکہ اکلوتی دھن بج رہی ہو۔ دوسرے فوجی اپنے ہاتھ باندھے اور آنکھیں بند کئے اس کے چاروں طرف سننے کیلئے جمع ہو گئے تھے۔

ہوا بھاری، خوشبو سے رچی ہوئی اور خاموش تھی ستار کی موسیقی جھیل کے اوپر سے گذرتی تو اس کی گونج جھیل کے پار مخالف سمت میں جنگل کے کنارے سنائی دیتی۔ یہ ساگوان کے بڑے بڑے درختوں کا جنگل تھا۔ جہاں ہم جمع تھے وہاں سے ہم اس جنگل میں بندروں کی اچھل کود دیکھ سکتے تھے۔ اور ہر قسم کے پرندوں کی چہچہاہٹ سن سکتے تھے۔

MashalBooks.org

ٹھیک اسی لمحے ایک مور کہیں سے اپنے پھڑ پھڑاتا نیچے زمین پر آیا۔ اس نے ہمارے سامنے مختصر سی پریڈ کی پھر اچانک ہی اپنے پر پھڑ پھڑاتا اڑ گیا، اس کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سے ہوا میں ایک شور پیدا ہوا اور جھیل کی سطح پر اس کا سایہ تیرتا ہوا اس پار چلا گیا۔

یہ سچ مچ مسرتوں سے بھری یاد ہے۔

MashalBooks.org

دوسرا باب

جنگ کا پانسا ہمارے خلاف پلٹنا شروع ہوگیا تھا۔آخرکار یہ بات ہرایک پر واضح ہوگئی تھی کہ صورتحال بالکل مایوس کن ہے۔علاقہ غیر میں پہاڑوں میں بھاگتے بھاگتے ہماری تعداد خاصی کم ہوچکی تھی اور ہم کسی نہ کسی طرح مشرقی سرحدی پہاڑی سلسلے کے پار سیام پہنچنے کی کوشش کررہے تھے۔ایک مرتبہ قصداً ہم نے ایک ڈھلوان پگڈنڈی کا انتخاب کیا اور کئی گھنٹے اس پر بھاگنے میں صرف کردیئے۔دوسری بار ایک گہری گھاٹی پر ہوا میں جھولتے ایک پل کو پار کیا۔ایک ایک کر کے تمام ٹرک ٹوٹ چکے تھے۔اس لیے آخر میں ہمیں اپنا ساز وسامان بیل گاڑیوں پر لے جانا پڑا یا پھر ہم اسے اپنی پیٹھ پر لاد کر لے گئے۔ہم کہیں جاتے اور قیام کرتے تو پھر خوراک کی تلاش میں نکلنا پڑتا۔خیال رکھئے کہ دُشمن کا علاقہ تھا۔ہمارے لئے وہ بڑا خراب اور مصیبت کا وقت ہوتا اور ایک بڑا خطرہ بھی۔

ہمیں بہت سے ہولناک تجربے ہوچکے تھے ایسے لمحے بھی آئے تھے جب ہم نے سوچا تھا کہ عنقریب اب ہمارا خاتمہ ہونے والا ہے۔ہم سب مرنے کو تیار تھے۔لیکن ایسے موقعوں پر کارپورل میزوشیما کے ستار نے واقعی معجزہ کر دکھایا۔

ایک رات بلند و بالا پہاڑوں میں اچانک ہم دُشمن کے گھیرے میں آگئے۔وہ آہستہ آہستہ ہمارے نزدیک آتے گئے اور اُنہوں نے ہمیں ایک تنگ پہاڑی نالے میں گھیر لیا۔ہم راستہ بھول گئے تھے۔اور صرف درختوں کے درمیان چھن چھن کر اوپر سے آنے والی ستاروں کی روشنی میں

دیکھ سکتے تھے۔ ہم مکمل طور پران کے نرغے میں تھے۔

دُشمن کی فوجیں سلسلہ کوہ میں ڈھلوان سطحوں کے ملنے والے مقامات پر ہمارے دائیں اور بائیں جانب جمع ہوگئی تھیں۔ وہ روشنیوں کے اشاروں کے ذریعے ہمیں تلاش کررہے تھے۔ ہمارے سروں پر مسلسلس گولہ باری جاری تھی۔ گولے جب فضا میں چیختے چنگھاڑتے شورشرابے کے ساتھ گذرتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے سفید ریشمی کپڑے کو دوحصوں میں پھاڑ دیا گیا ہو، نالے میں ہولناک دھماکوں کے ساتھ ہی چٹانوں کے پرخچے اڑ جاتے اور پھر پتھر اور مٹی ہمارے سروں پر برسنے لگتی۔

یہ سوچ کر کہ اب ہمارا خاتمہ یقینی ہے ہم سب گھبراہٹ میں سمٹ کر جلدی جلدی درختوں کے نیچے نالے کے سیاہ سیلن والے فرش پر جمع ہوگئے۔ ہم سب مرنے کیلئے تیار تھے سانسیں رو کے خاموش بیٹھے تھے۔ ہماری پیٹھ ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں۔ اور ہم پھٹی پھٹی آنکھوں سے اندھیرے میں گھور رہے تھے۔ میں اپنے دل کی تیز دھڑکن سن سکتا تھا میرا دل حلق میں اٹکا ہوا تھا۔

پہاڑی ڈھلانوں پر فلیش لائٹس کے اشارے پہلے سے کہیں زیادہ تیز ہوتے جارہے تھے۔ وہ ادھر ادھر حرکت کررہے تھے۔ ہمارے ایک ساتھی کے اعصاب جواب دے گئے تھے۔ ایک سمت سے منہ میں بڑبڑانے کی آواز سنائی دی۔ ''ناموامید ابتسو'' مہاتمابدھ کی ثناء کرتے رہو۔

''ہش''، ''ہش'' کسی نے سختی سے خاموش رہنے کی تنبیہ کی۔ وہ میزوشیما تھا'' ہوسکتا ہے یہاں ہمارے چاروں طرف دُشمن کے اسکاوٴٹ موجود ہوں۔'' اس نے دبی دبی آواز میں کہا ہر وہ شخص خاموش ہوگیا۔ ایک بار پھر توپیں چلنے لگیں۔ گولے سروں کے اوپر سے گذرنے لگے۔ سٹارشیل ہمارے اتنے قریب پھٹتے کہ ہم تقریباً اندھے ہوگئے تھے۔ اکثر مٹی اور پتھروں کی تیز بارش یا کسی درخت کے ٹوٹ کر گرنے کی آواز سنائی دے جاتی۔

جب گولہ باری تھوڑی کم ہوئی تو میزوشیما نے کھڑے ہوکر کپتان سے سرگوشی میں کچھ کہا۔ چندلمحوں بعد اپنے ستار سمیت وہ نالے کے اوپر کناروں پر اکیلا چڑھنے لگا۔ اس وقت آسمان پر تارے چمک رہے تھے اس کا سایہ تھوڑی دیر تک درختوں کے درمیان اوپری سمت جاتا دکھائی دیا پھر وہ پہاڑی ڈھلانوں میں غائب ہوگیا .... معلوم نہیں کتنی دیر بعد ہمیں درختوں

کے جھنڈ میں کوئی بارہ گز کے فاصلے پر شاخوں کے ٹوٹنے ،ٹہنیوں کے چٹخنے اور ایک قسم کی چرچراہٹ کی آواز سنائی دی۔ پھر ہم نے جھاڑیوں میں کسی قدموں آواز سنی۔ دوآدمی آپس میں باتیں کررہے تھے۔ انگریزی میں۔ ''یہاں نیچے تو کوئی بھی نہیں۔'' ایک طاقتور جوان آواز نے کہا۔'' کوئی جانور ہوگا چند لمحے کی خاموشی کے بعد دوسرے آدمی نے کہا۔'' مجھے سگریٹ چاہیئے۔'' ''سگریٹ پینا خطرناک بات ہے۔ پہلی آواز نے تنبیہ کی۔'' بھول جاؤ سگریٹ کو۔'' ''کیا مطلب ہے یہاں تو کوئی خطرہ نہیں۔ وہ ہمارے آس پاس کہیں بھی نہیں ہیں۔

ہم نے ماچس کی تیلی رگڑنے کی آواز سنی پھر روشنی کا ایک شعلہ ہمیں اس سمت میں دکھائی دیا جہاں دو برطانوی فوجی ملبے کے ڈھیر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ماچس کے شعلے نے ان کے لال لال گال اور نیلی آنکھیں روشن کردی تھیں۔ وہ دونوں سکاؤٹ تھے۔ تیلی جلد بجھ گئی۔ ہم سانس روکے بے حس وحرکت بیٹھے تھے۔ اس اندھیرے میں بھی ہم ایک دوسرے کو صاف دیکھ سکتے تھے۔لیکن دُشمن کے فوجیوں نے ہمیں نہیں دیکھا۔

ان میں سے ایک آدمی نے دھیمی آواز سیٹی بجانا شروع کردی تو دوسرا بھی آہستہ آہستہ اس کا ساتھ دینے لگا۔ یہ ہماری جانی پہچانی دھن تھی دی فائر فلائیز گلمر (The Firefly,s Glimmer) یعنی جگنوؤں کی جگمگاہٹ۔ان میں سے ایک نے ٹھنڈی آہ بھری اور کہنے لگا۔ پتہ نہیں میرے خاندان کا کیا حال ہوگا۔

ٹھیک اسی وقت سلسلہ کوہ میں دوسری جانب سے ہمیں ستار کی آواز سنائی دی۔ پہلے تو یہ آواز غمگین اور سریلی تھی لیکن جلد ہی وہ بھڑکتے جذبات سے ملے جلے ایک جوشیلے فی البدیہ گیت میں بدل گئی۔

سگریٹ کا دہکتا ہوا سرا عالم حیرت میں گل ہوکر جھڑ چکا تھا۔

''تم نے سنی، یہ کیسی آواز ہے؟'' ایک سکاؤٹ نے حیرت سے پوچھا۔'' کیا یہ آواز صرف میں ہی سن رہا ہوں؟''

''نہیں وہ آواز میں نے بھی سنی۔ وہ جوکوئی بھی ہو، بجاتا خوب ہے۔''

دوسرے نے کہا۔

پہاڑی ڈھلانوں پر پڑنے والی روشنیاں ہمیں دکھائی دے رہی تھیں جو لمحہ بھر کے لئے ایک ساتھ اور ایک جگہ مرکوز رہتیں پھر ان کا رخ وادی کے دوسری جانب سے آنے والی ستار کی

آواز کی طرف منتقل ہوجاتا۔ ہمارے بالکل نزدیک اندھیرے میں دُشمن کے سکاوَٹ باتیں کررہے تھے۔

''آوَ'' چلوادھرمل کردیکھتے ہیں وہ غالبًا جاپانی ہے۔''

''احق نہ بنو، وہ اس گاوَں کا رہنے والا ہوگا۔لیکن ہوسکتا ہے، اسے علم ہو کہ جاپانی کہاں ہیں۔'' پھر دونوں فوجی سکاوَٹ تیزی سے پہاڑی ڈھلان پر چڑھنے لگے۔

ستار کی آواز تھوڑی دیر کیلئے بند ہوگئی۔ پھراور زیادہ فاصلے سے دوبارہ آنے لگی۔ جب ہم لوگوں میں سے ایک آدمی تحقیق حال کیلئے اوپر گیا تو اس نے دیکھا کہ دُشمن کی سرچ لائٹیں زیادہ سے زیادہ دور ہوتی جارہی ہیں۔ یوں ادھر کا محاذ خاموش ہوگیا تھا۔ اور ہماری جانیں بچ گئی تھیں .... کارپورل میزوشیما اگلی صبح تک ہمارے پاس واپس لوٹ آیا۔اس کا سارا بدن رگڑ، خراشوں اور چوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔

ہمارے فرار کے دوان اکثر گورکھوں نے ہم پر حملہ کیا۔ یہ خونخوار لوگ سبز وردیاں پہنتے تھے۔ان کے پاس مڑے ہوئے نوکیلے خنجر ہوتے جنہیں وہ اپنی پیٹیوں میں اڑس لیتے تھے۔ وہ درختوں میں چھپے ہماری تاک میں رہتے۔ جوں ہی ہم نیچے سے گذرتے وہ اپنی خودکار رائفلوں سے فائر کرتے ہوئے اچانک ہم پر ہلہ بول دیتے ہم گورکھوں زیادہ ڈرتے تھے۔اور جب کبھی ہم سنتے کہ وہ قریبی دیہات میں ہیں تو ان سے بچنے کیلئے اس راستے سے کترا کر چلتے تھے۔

اگر ہم جنگل سے گذرتے جو ہمیں خطرناک دکھائی دیتا تو میزوشیما ایسے موقعوں پر ہمیشہ برمی لباس پہن کر سکاوَٹنگ کیلئے جنگل میں چلا جاتا۔ برما کے لوگ ہماری طرح جاپانی دکھائی دیتے ہیں سوائے اس کے کہ ان کی ہلکی سی داڑھیاں ہوتی ہیں۔ میزوشیما صرف اکتیس برس کا تھا۔ اس کی خشخشی داڑھی تھی اور برمیوں کی طرح بڑی اور صاف آنکھیں تھیں۔ دھوپ سے تپی ہوئی اس کی جلد گہرے کتھئی رنگ کی دکھائی دیتی لیکن ان تمام باتوں سے بڑھ کر یہ بات تھی کہ وہ بڑا باہمت اور حوصلہ مند شخص تھا اس کے چہرے پر ہمیشہ ایک اداس اور سنجیدہ تاثر رہتا تھا جیسا کہ گرم خطے کے لوگوں، مثلاً برمیوں کے چہروں پر اکثر ملتا ہے۔شاید آب وہوا کی سختی کی وجہ سے۔ جب وہ ایک خاص وضع کی سرخ اور زرد رنگ کی لنگی اپنے جسم کے چاروں طرف لپیٹ لیتا تو ہو بہو ایک مقامی باشندہ دکھائی دیتا۔ وہ اپنے برمی لباس میں اتنا زیادہ برمی لگتا کہ ہم سب ہنسا کرتے اور کہتے۔ وہ امیزوشیما تمہیں تو برما میں قیام کرنا چاہیے یہاں کے لوگ واقعی تم سے محبت

کریں گے میز وشیما خود بھی ہنستا اور اپنے اوپر ایک نظر ڈالتا اور برمی زبان کے چند لفظ ملا کر کہتا'' میں ایک مقامی باشندہ معلوم ہوتا ہوں نا۔ برما اچھا ملک ہے۔'' اس بہروپ میں بھی وہ اپنا ستار ساتھ لے جانا نہ بھولتا۔ وہ جنگل میں غائب ہو جاتا اگر وہ سمجھتا کہ سڑک محفوظ ہے تو اپنے ستار ایک مقامی گیت کی دھن چھیڑ دیتا۔ پھر ہم سب لوگ اپنی پناہ گاہ سے باہر آ جاتے اور اپنا سفر جاری رکھتے۔

ایک مرتبہ میز وشیما سیدھا گورکھوں کے ایک جتھے میں جا پہنچا۔ ساگوان کے ایک بہت بڑے درخت کے نیچے، اس کے سامنے ایک گورکھا فوجی ایک شاخ میں اپنی دونوں ٹانگیں پھنسائے بیٹھا، اپنا نچلا ہونٹ کاٹ رہا تھا جس پر تپلی سی باریک مونچھوں کا سایہ تھا۔ وہ تیز نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا۔ میز وشیما کو نازک صورت حال کا اس وقت اندازہ ہوا جب اس نے درختوں میں ادھر اُدھر بہت سے باوردی گورکھوں کو دیکھا۔ وہ شاخوں اور پتوں میں چھپے بیٹھے تھے اب گروہ سڑک سے ہٹتا تو اسے دیر لگتی اسی لئے اس نے حوصلے سے کام لیا اور اپنے ستار پر برمی سادھوؤں کا گیت گانا شروع کر دیا پھر سیدھا اس بڑے درخت کے نیچے چلا گیا۔

گورکھے نے یہ سوچ کر کہ وہ کوئی گانے والا ہوگا اس کے سامنے ایک سکہ پھینک دیا۔ چار پانچ دوسرے فوجیوں نے بھی اس کی دیکھا دیکھی سکوں کی بوچھاڑ کر دی۔ میز وشیما نے جھکتے ہوئے انہیں تعظیم پیش کی۔ اچانک ایک گورکھے نے شاخ سے اپنے پاؤں باہر نکالے اور بلند آواز میں پوچھا۔

اے تم نے یہاں جاپانی دیکھے ہیں؟'' اس پر میز وشیما نے ہاتھ اٹھا کر دور فاصلے پر ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کر دیا۔ ''وہاں۔''

''اچھا'' گورکھے نے سر ہلا کر جواب دیا پھر اس نے پیٹی میں اڑسا خنجر نکال کر درخت سے ایک خوشبودار پھل کاٹا اور اس کی جانب اچھال دیا۔ میز وشیما نے سر جھکا کر اس کا ایک بار پھر شکریہ ادا کیا۔ پھر اس نے درخت کے نیچے کھڑے کھڑے ایک دھن بجائی جو ہمارے لیے ایک خطرے کا اشارہ تھی۔

دوسری مرتبہ جو کچھ ہوا وہ قدرے مضحکہ خیز اور دلچسپ تھا۔ میز وشیما کو گشت پر گئے ہوئے اتنی دیر ہو گئی تھی کہ ہم سب پریشان ہو گئے۔ ہم سکاؤٹنگ کے لئے کسی دوسرے آدمی کو ابھی بھیجنے والے تھے کہ ہمیں ایک پھیکا پھیکا سا گیت سنائی دیا۔ یہ ''سب ٹھیک ہے'' کا اشارہ تھا جو گہرتے

جنگل سے آ رہا تھا ہم نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگل میں چلے گئے۔ ہم نے میزو شیما کو لمبی لمبی گھاس میں شرمندگی سے منہ چھپائے اپنے ستار پر ایک غمگین دھن بجاتے سنا۔ جب ہم اس کے پاس گئے تو یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ وہ لنگی کے بجائے کیلے کا ایک بڑا پتا اپنی کمرے کے گرد لپیٹے ہوئے تھا جس کا ڈنٹھل پرندے کی دم کے پروں کی طرح پشت پر باہر نکلا ہوا تھا۔

''کیا ہوا تمہارے ساتھ؟'' ہم نے پوچھا اس نے وضاحت کے ساتھ ہمیں بتایا کہ کسی ایک ہیبت ناک شخص نے جو شکل سے برمی دکھائی دے رہا تھا اس پر یکا یک حملہ کر دیا تھا اور پیچھے سے اپنا پستول اس کی کنپٹی پر رکھ دیا تھا۔ دراصل یہ ان لیٹروں میں سے ایک تھا جو ان دنوں ہر طرف اور جگہ نمودار ہو رہے تھے وہ جاپانی فوجیوں کا چھوڑا ہوا اسلحہ استعمال کر رہے تھے۔ لیکن برمیوں کے پاس لوٹنے کیلئے ان کی لنگی کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہوتی تھی اس لئے اس آدمی نے بھی میزو شیما سے اپنی لنگی دینے کیلئے کہا۔ ایک برمی کے بھیس میں میزو شیما سکاؤٹنگ کیلئے جاتا تو ہمیشہ اسلحے کے بغیر ہوتا تھا۔ اس نے سوچا صرف ایک لنگی کی خاطر اپنی جان گنوا دینے کا مطلب اپنے فرض کی ادائیگی میں ناکامی سمجھا جائے گا۔ اس لیے اس نے وہی کچھ کیا جو اس سے کہا گیا۔

تاہم ان لیٹروں کے بارے میں عجیب وغریب بات یہ تھی کہ وہ بڑی تعداد میں کیلے کے پتے اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ برمی لوگ عام طور پر اپنی لنگی کے نیچے کوئی چیز نہیں پہنا کرتے حتیٰ کہ زیر جامہ بھی نہیں۔ اگر آپ ان سے لنگی لے لیں تو انہیں قابل رحم اور شرمناک حالت میں چھوڑیں گے۔ اس لئے یہ لٹیرے اپنے شکار کے ساتھ ہمدردی کے طور پر انہیں دینے کیلئے لنگی کا متبادل ساتھ رکھتے تھے۔ ان کی زبان بھی نرم ہوتی تھی۔ اپنے شکار پر پستول تانتے ہوئے وہ کہتے'' کیلے کے اس پتے کے بدلے اپنی لنگی کا سودا مجھ سے کر لو۔''

برما بدھ مت کے پیروکاروں کا ایک بہت مذہبی ملک ہے جہاں بدھ لوگ بہت کم معیار زندگی پر صبر وقناعت کرتے ہیں۔ وہ شریف النفس لوگ ہوتے ہیں۔ لالچ وخواہشات کے بغیر اپنی زندگی گذارتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج دُنیا بھر کے مقابلے میں وہ بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ حالانکہ وہ ملک قدرتی وسائل کی دولت سے مالا مال ہے اور تعلیمی معیار کے لحاظ سے ان کی سطح بلند ہے۔ سفاک قسم کے جرائم پیشہ لوگ اس ملک میں کم ہی ملیں گے۔ حتیٰ کہ مسلح لٹیرے بھی لوگوں کے ساتھ روایتی شرافت سے پیش آتے ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ لٹیرے کی نظریں صرف میزو شیما کی لنگی پر تھیں، اس کے ستار پر نہیں۔

MashalBooks.org